اسلامی قانون جرائم میں حد حرابہ کی فقہی تعبیرات واطلاقات کا علمی و تحقیقی جائزہ

"An Analytical and Research-Based Study of the Jurisprudential Interpretations and Applications of the Ḥadd of Ḥirābah in Islamic Criminal Law"

صدیق احمد * ڈاکٹر مشتاق احمد **

Received: April,2025
Accepted: May,2025
Published: June,2025

ISSN(P)2664-0031(E)2664-0023
DOI: https://doi.org/10.37605/fahmiislam.v8i1.2

Abstract:

This research paper, titled "An Analytical and Research-Based Study of the Jurisprudential Interpretations and Applications of the Ḥadd of Ḥirābah in Islamic Criminal Law" is based on the Islamic system of *Hudood* (fixed punishments) with a particular focus on the rulings, meaning, jurisprudential details, Quranic and Hadith-based foundations, and contemporary applications of the *ḥadd* of *ḥirābah* (armed robbery or violent insurgency). It presents a comprehensive and research-based analysis of the rulings related to *ḥirābah* in Islamic jurisprudence.

Through the lens of the Qur'an, Hadith, jurisprudential principles, and modern contexts, the paper clarifies that *ḥirābah* is not merely an individual crime but equivalent to rebellion against societal order, state governance, and public peace. Shariah has prescribed the most severe punishments for such offenses.

Surah Al-Ma'idah, verse 33, outlines the punishments for those who wage war against Allah and His Messenger (peace be upon him) and spread corruption on the earth. These punishments include execution, crucifixion, the amputation of hands and feet, or exile. Crimes such as modern terrorism, kidnapping, bombings, and targeted killings have also been categorized under *ḥirābah*, and contemporary Islamic states have legislated accordingly.A practical example from the life of the Prophet Muhammad (peace be upon him) — the incident of the 'Uraniyyin — is presented, in which bandits were given a severe punishment.

Keywords: Ḥirābah , Insurgency , Hudood, Contemporary application, Crucifixion, Exile.

تمہید:

اسلامی شریعت میں حدود کا نظام اور حدِ حرابہ کی اہمیت

اسلام ایک ایسا کامل اور جامع دین ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔اس کا مقصد صرف انفرادی تزکیہ نہیں بلکہ ایک صالح، پرامن اور منظم معاشرے کا قیام بھی ہے۔اسلامی قانونِ جرائم میں **"حدود"** کا نظام اسی اجتماعی فلاح وبہبود، امنِ عامہ اور عدل وانصاف کی ضمانت کے لیے قائم کیا گیا ہے۔

* پی ایچ ڈی سکالر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز قرطبہ یونیورسٹی اینڈ انفارمیشن پشاور کے۔پی، پاکستان، (Correspondence Author)

** ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز قرطبہ یونیورسٹی پشاور

ان حدود میں سے **"حدِ حرابہ "** ایک نہایت اہم اور سخت ترین سزا پر مشتمل حد ہے، جس کا تعلق ایسے جرائم سے ہے جو کسی فردِ واحد کے خلاف نہیں بلکہ پورے معاشرے، نظامِ ریاست اور انسانی سلامتی کے خلاف ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس جرم کے بارے میں واضح الفاظ میں فرمایا گیا:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ﴾[1]

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کے درپے ہوتے ہیں، ان کی سزا یہی ہے مار دیے جائیں یا سولی پر لٹکائے جائیں یا مخالف سمتوں سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں یا وہ ملک بدر کر دیے جائیں۔"

اس آیت میں ایسے افراد کے لیے جنہیں **"محارب "** کہا گیا ہے، یعنی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، متعدد سزائیں مقرر کی گئی ہیں، جن میں قتل، سولی دینا، ہاتھ پاؤں کاٹنا، اور جلاوطنی شامل ہیں۔

حرابہ کے جرائم میں شامل امور:

1. **قتلِ عام** – خصوصاً غیر مسلح شہریوں کا قتل
2. **ڈکیتی اور راہزنی** – کھلے عام مسلح لوٹ مار
3. **فساد فی الارض** – معاشرتی افراتفری، خوف و دہشت کی فضا پیدا کرنا
4. **دہشت گردی** – ریاستی یا غیر ریاستی عناصر کی جانب سے خوف زدہ کرنا
5. **امنِ عامہ کی خلاف ورزی** – سڑکوں، عبادت گاہوں یا دیگر عوامی مقامات پر ہتھیاروں کے زور پر خوف پھیلانا

حِرَابہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

لغوی معنی: حرابہ "کا لفظ" حرب" سے لیا گیا ہے، جس کے معنی ہیں **جنگ**، جو کہ **صلح (امن)** کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے" : حَارَبَهُ مُحَارَبَةً وَحِرَابًا"
یعنی اس سے جنگ کی۔ یہ "حَرَبَ" سے بھی ہو سکتا ہے (راپر زبر کے ساتھ)، جس کے معنی ہیں **چھین لینا یا لوٹ لینا**۔ کہا جاتا ہے" : حرَب فُلانًا مالَه "یعنی فلاں کا مال چھین لیا۔ ایسا شخص **محرُوب یا حَرِیب** کہلاتا ہے۔[2]

اصطلاحی تعریف (فقہ میں):

"وَالْحِرَابَةُ فِي الِاصْطِلَاحِ وَتُسَمَّى قَطْعَ الطَّرِيقِ عِنْدَ أَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ هِيَ الْبُرُوزُ لِأَخْذِ مَالٍ ، أَوْ لِقَتْلٍ ، أَوْ لِإِرْعَابٍ عَلَى سَبِيلِ الْمُجَاهَرَةِ مُكَابَرَةً ، اعْتِمَادًا عَلَى الْقُوَّةِ مَعَ الْبُعْدِ عَنِ الْغَوْثِ"[3]

حرابہ (اصطلاحاً)—جسے اکثر فقہاء کے نزدیک "قطعِ طریق "(راہزنی/ڈاکہ) بھی کہا جاتا ہے—اس کا مطلب یہ ہے کہ: کسی مال کو لینے، یا قتل کرنے، یا لوگوں کو ڈرانے کے لیے علانیہ، زبردستی اور طاقت کے بل پر راستے میں ظاہر ہونا، جبکہ وہاں مدد (غوث) کی پہنچ سے دوری ہو۔

مالکی فقہاء کا اضافہ: مالکی فقہاء نے اس تعریف میں یہ بھی شامل کیا ہے کہ:

اگر کوئی شخص زبردستی کسی کی عزت پر حملہ کرنے کی کوشش کرے، تو یہ بھی حرابہ میں شامل ہے۔ چنانچہ المدونہ میں مذکور ہے:

" مَنْ كَابَرَ رَجُلاً عَلَى مَالِه بِسلاَحٍ أَوْ غَيْرِه فِي زُقَاق أَوْ دَخَلَ عَلَى حَرِيمِه فِي الْمصْر حُكمَ عَلَيْه بحُكْم الْحَرَابَة" [4]

"جو شخص کسی کو اس کے مال پر قابو پانے کے لیے اسلحہ یا بغیر اسلحہ کے زبردستی لوٹے، چاہے گلی میں ہو یا کسی کے گھر میں زبردستی گھس جائے، تو اس پر حرابہ کا حکم جاری کیا جائے گا۔"

حرابہ اسلامی قانون میں ایک سنگین جرم ہے جس کا مطلب ہے: کسی کو قتل، ڈرانے، لوٹنے یا زبردستی عزت پامال کرنے کی نیت سے علانیہ طاقت کے ساتھ حملہ کرنا، خصوصاً ایسی جگہ جہاں سے فوری مدد ممکن نہ ہو۔ یہ جرم راہزنی یا دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے، اور شریعت میں اس کے لیے سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔

حرابہ اور بغی میں فرق:

امام مالک رحمہ اللہ نے "حرابہ" اور "بغی" کے درمیان فرق یوں بیان کیا:

" الْبَغْيَ يَكُونُ بِالْخُرُوجِ عَلَى تَأْوِيلٍ غَيْرِ قَطْعِيٍّ الْفَسَادَ وَالْمُحَارِبُونَ خَرَجُوا فسقًا وَخُلُوعًا عَلَى غَيْرِ تَأْوِيلٍ"[5]

"بغی وہ ہے جس میں لوگ کسی اجتہادی تاویل کے تحت خروج کرتے ہیں، جس کی گمراہی بالکل واضح نہیں ہوتی، جبکہ محاربین (حرابہ کرنے والے) بغیر کسی دینی یا نظریاتی تاویل کے صرف فسق و بغاوت اور بدنیتی کے ساتھ خروج کرتے ہیں۔"

چوری اور حرابہ کا فرق:

- چوری چھپ کر اور خفیہ طور پر کی جاتی ہے۔
- حرابہ میں علانیہ، زبردستی اور اسلحے کے ساتھ جرم کیا جاتا ہے۔

حرابہ کی سزا کا اصل ماخذ:

حرابہ (یعنی اللہ اور اس کے پیغمبر سے جنگ اور زمین میں فساد پھیلانے والوں) کی سزا کی اصل **قرآن کریم کی یہ آیت ہے:**

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ ۔۔ الخ﴾[6]

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کے درپے ہوتے ہیں، ان کی سزا یہی ہے کہ مار دیے جائیں یا سولی پر لٹکائے جائیں یا مخالف سمتوں سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں یا وہ ملک بدر کر دیے جائیں۔"

معاصر اطلاقات:

- جدید دور میں دہشت گردی (Terrorism)، اغواء برائے تاوان (Kidnapping for Ransom)، ٹارگٹ کلنگ، بم دھماکے، اسلحہ کے زور پر چوری یا اغوا جیسی وارداتیں حرابہ کے دائرے میں آتی ہیں۔
- اسی لیے معاصر فقہاء اور اسلامی ریاستوں نے اس حد کو دہشت گردی کے انسداد کے قوانین کی بنیاد بنایا ہے، جیسا کہ پاکستان کے حدود آرڈیننس 1979 میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔[7]

حدیث عُرنیین:

حضرت انس بن مالکؓ کی ایک روایت ہے:

"قبیلہ عُکل کے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ آئے اور صفہ (مسجد نبوی کا حصہ) میں ٹھہرے۔ انہیں مدینہ کا ماحول راس نہ آیا، اور وہ بیمار ہو گئے، تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے پاس کچھ نہیں، تم میرے اونٹوں کے چرواہے کے پاس چلے جاؤ جو مدینہ کے باہر ہیں، اور ان کے دودھ اور پیشاب سے علاج کرو۔ انہوں نے ایسا کیا، اور صحت یاب ہو کر تندرست ہو گئے، لیکن پھر انہوں نے چرواہے کو قتل کر دیا، اونٹ ہانک کر لے گئے۔ نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ نے ان کے پیچھے گرفتاری کے لیے ایک جماعت بھیجی۔ ابھی دن چڑھا بھی نہ تھا کہ انہیں پکڑ کر لایا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ:

- لوہے کی کیلیں گرم کی جائیں،
- ان سے ان کی آنکھیں داغی گئیں (بینائی ختم کر دی گئی)،
- ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے،
- لیکن ان کے زخموں پر کوئی مرہم نہ رکھا گیا،
- انہیں پتھریلی زمین پر پھینک دیا گیا،
- وہ پانی مانگتے رہے، مگر کسی نے پانی نہ دیا، یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

حضرت **ابو قلابہ** (روایت کے راوی) نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"انہوں نے چوری کی، قتل کیا، اور اللہ و رسول سے جنگ کی۔[8]"

خلاصہ:

- حرابہ کی سزا قرآن سے واضح ہے: قتل، سولی، اعضاء کی قطع و برید، یا جلاوطنی۔
- یہ **اسلامی حدود** میں شامل ہے اور **کبیرہ جرم** ہے۔
- نبی کریم ﷺ نے حرابہ کے مجرموں پر **سخت ترین سزا نافذ** فرمائی، جیسا کہ واقعۂ عرنیین میں ہوا۔
- یہ واقعہ **حرابہ کے احکام کی عملی مثال** ہے اور فقہائے کرام نے اس کو بنیاد بنا کر حرابہ کی فقہی تفصیلات طے کیں۔

کون شخص محارب شمار ہوتا ہے؟

جمہور فقہاء کے نزدیک محارب کی تعریف:

محارب ہر وہ مکلف اور شریعت کا پابند شخص ہے جو زور اور طاقت کے ذریعے، ایسے مقام پر جہاں سے مدد پہنچنا ممکن نہ ہو، لوگوں کا مال چھینے۔[9]

فقہاء نے محارب کی اور بھی تعریفات کی ہیں، لیکن سب کا مفہوم اسی پر دلالت کرتا ہے۔

محارب پر حدِ حرابہ (ڈاکہ زنی کی شرعی سزا) کے نفاذ کے لیے کچھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، جو اجمالاً یہ ہیں:

شرائط:

1. التزام (شریعت کا پابند ہونا)
2. تکلیف (بالغ اور عاقل ہونا)
3. ان کے پاس اسلحہ ہونا
4. آبادی سے دور ہونا
5. مرد ہونا
6. اعلانیہ طور پر جرم کرنا

فقہاء ان تمام شرائط پر متفق نہیں، بلکہ بعض میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

الف: التزام (شریعت کی پابندی):

جمہور فقہاء کا مؤقف : محارب وہی شخص ہو سکتا ہے جو شریعت کا پابند ہو، یعنی یا تو مسلمان ہو، یا ذمی (اسلامی ریاست کا غیر مسلم شہری)، یا مرتد ہو۔ لہٰذا حربی کافر، معاہد (جس سے جنگ بندی کا معاہدہ ہوا ہو)، یا مستأمن (اسلامی ریاست میں پناہ لینے والا غیر مسلم) پر حدِ حرابہ نافذ نہیں ہو گی۔[10].

وضاحت:

- ذمی شریعت کے احکام کا پابند ہوتا ہے، اس لیے اس پر وہی حدود لاگو ہوں گی جو مسلمان پر ہوتی ہیں۔
- شافعیہ کے اکثر علماء کے بظاہر الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ ذمی پر بھی حرابہ کی سزا مسلمان کی طرح نافذ ہو سکتی ہے۔
- البتہ مستأمن کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا وہ محارب شمار ہو گا یا نہیں۔[11].

ب: تکلیف (بالغ وعاقل ہونا):

فقہاء کا اتفاق :

تمام فقہاء متفق ہیں کہ بلوغت اور عقل حرابہ کی سزا کے لیے ضروری شرائط ہیں، کیونکہ یہی دونوں شرائط کسی بھی شرعی سزا کے نفاذ کے لیے ضروری ہیں۔[12].

اختلاف کا پہلو:

اگر کوئی بچہ یا پاگل کسی بالغ کے ساتھ مل کر ڈاکہ زنی کرے تو کیا بالغ پر حد نافذ ہو گی؟

جمہور (حنابلہ، شوافع، مالکیہ) کا مؤقف:

- اگر بچہ یا مجنون (پاگل) کسی بالغ کے ساتھ شریک ہو تو بالغ پر حد جاری ہو گی، کیونکہ شریعت میں شبہہ ایک فرد کے ساتھ مخصوص ہو تو باقی پر سزا ساقط نہیں ہوتی، جیسے زنا کے معاملے میں۔
- شوافع نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی بچہ کسی کو قتل کرے اور دوسرا بالغ صرف اسے پکڑے، تو صرف بالغ پر قصاص نافذ ہو گا۔[13].

حنفیہ کا مؤقف:

- اگر ڈاکہ زنوں میں کوئی بچہ، مجنون یا کسی راہگیر کا قریبی رشتہ دار شامل ہو، تو کسی پر بھی حد نافذ نہیں ہو گی۔
- ان کے مطابق حرابہ ایک اجتماعی جرم ہے، جب اس کا ایک حصہ حد کے قابل نہ ہو تو پورے جرم پر حد لاگو نہیں ہو سکتی۔
- البتہ **امام ابو یوسف** کا قول ہے کہ اگر عقل والے افراد نے براہ راست جرم کیا ہو تو ان پر حد نافذ ہو گی۔[14]

ج: مرد ہونا (ذکورت):

مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ کا مؤقف:

- حرابہ میں مرد ہونا شرط نہیں۔ اگر عورتیں طاقت اور منصوبہ بندی کے ساتھ ڈاکہ زنی کریں تو وہ بھی قاطعِ طریق (ڈاکو) شمار ہوں گی، اور ان پر بھی حرابہ کی سزا نافذ ہو گی۔

حنفیہ کا مؤقف:

- محارب ہونے کے لیے مرد ہونا شرط ہے۔ عورت اگر مال لوٹے یا قتال کرے تب بھی وہ محارب نہیں کہلائے گی، کیونکہ حرابہ کی بنیاد قتال اور زبردستی ہے، اور عورتوں میں یہ صفات عمومی طور پر نہیں ہوتیں۔[15].

مزید دلیل:

- دار الحرب (جنگی علاقہ) میں بھی عورتیں قتل نہیں کی جاتیں، لہٰذا ان پر حدِ حرابہ بھی نافذ نہیں ہو گی۔[16].

د۔ہتھیار (السِّلاح):

- فقہاء کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا محارب (ڈاکو یا راہزن) کے لیے ہتھیار کا ساتھ ہونا ضروری ہے یا نہیں؟
- **حنفیہ اور حنابلہ** کا موقف یہ ہے کہ محارب کے پاس ہتھیار ہونا شرط ہے، اور ان کے نزدیک پتھر اور لاٹھیاں بھی "اس مقام پر" ہتھیار ہی شمار ہوتی ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی لوگ لاٹھیوں اور پتھروں کے ذریعے عام لوگوں پر حملہ کریں تو وہ محارب شمار ہوں گے۔ لیکن اگر ان کے پاس ان میں سے کچھ بھی نہ ہو تو وہ محارب نہیں کہلائیں گے۔[17] .
- جبکہ **مالکیہ اور شافعیہ** کے نزدیک ہتھیار اٹھانا شرط نہیں، بلکہ ان کے نزدیک صرف لوگوں پر قابو پانا، ان پر غلبہ حاصل کرنا اور ان کا مال چھین لینا—اگر صرف دھکا دینے یا کھلے ہاتھ سے مارنے کے ذریعے ہی ہو—محارب قرار دینے کے لیے کافی ہے۔[18]
- **ہ۔ آبادی سے دوری (البُعْدُ عَنِ العُمْرَانِ):**
- 13۔ **مالکیہ، شافعیہ، امام ابو یوسف (حنفیہ میں سے)** اور امام احمد کے بہت سے اصحاب کا موقف یہ ہے کہ محارب (راہزن/ڈاکو) کے لیے آبادی سے دور ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ اصل شرط مدد نہ ملنے (فقدانِ غَوث) کا ہونا ہے۔
- مدد نہ ملنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، اور یہ صرف آبادی سے دور ہونے تک محدود نہیں۔ مدد نہ پہنچنے کی وجہ بعض اوقات آبادی یا حکومت سے دوری ہو سکتی ہے، اور بعض اوقات یہ اس وجہ سے ہو سکتی ہے کہ خود اہلِ آبادی کمزور ہوں یا حکومت کمزور ہو۔

- لہٰذا اگر کوئی گروہ کسی کے گھر میں داخل ہو جائے، ہتھیار نکال لے، اور گھر والوں کو فریاد کرنے سے روک دے تو وہ ان کے حق میں راہزن (قاطع الطریق) شمار ہوں گے۔[19]
- **جمہور (اکثر فقہاء)** نے محاربہ کی آیت کے عموم سے استدلال کیا ہے، اور اس لیے بھی کہ اگر یہ جرم آبادی، شہروں یا دیہات میں ہو تو اس کا خوف اور نقصان زیادہ شدید ہوتا ہے، لہٰذا وہ سزا کے زیادہ مستحق ہوں گے۔[20] .
- **جبکہ حنفیہ** (امام ابو حنیفہ کا مذہب) اور حنابلہ کے نزدیک راجح مذہب یہ ہے کہ محاربہ کے لیے آبادی سے دور ہونا ضروری ہے۔ پس اگر کوئی گروہ شہروں یا دیہات میں لوگوں کو ڈرا دھمکا کر مال لوٹے تو وہ محارب نہیں کہلائیں گے۔
- ان کا کہنا ہے کہ اس جرم کی سزا کو "حدِ قاطع الطریق" (راہزن کی شرعی سزا) کہا جاتا ہے، اور راستہ کاٹنے کا مفہوم صحرا اور غیر آباد علاقوں سے متعلق ہے۔ نیز دیہات اور شہروں میں چونکہ عموماً مدد پہنچ جاتی ہے، اس لیے حملہ آوروں کی دہشت ختم ہو جاتی ہے اور وہ صرف چوری چھپے چھیننے والے (مختلس) ہوتے ہیں، جن پر شرعی حد لاگو نہیں ہوتی۔[21].

و–علانیہ واردات (الْمُجَاهَرَةُ):

- **علانیہ واردات** (مُجَاهَرَة) سے مراد یہ ہے کہ راہزن (قُطَّاعُ الطَّرِيقِ) لوگوں کا مال کھلے عام چھینیں۔ اگر وہ چپکے سے چوری کریں تو وہ **چور** (سُرّاق) کہلائیں گے، اور اگر اچانک جھپٹ کر مال لے کر بھاگ جائیں تو وہ **چھیننے والے** (مُنْتَهِبُونَ) ہوں گے، اور ان پر حد (شرعی سزا) جاری نہیں ہوگی۔
- اسی طرح اگر کوئی ایک یا دو افراد قافلے کے پیچھے سے آئیں اور اس سے کچھ چھین لیں، تو وہ بھی **محارب** (یعنی حدِ محاربہ کے مستحق راہزن) نہیں ہوں گے، کیونکہ وہ کسی طاقت یا دبدبہ پر اعتماد نہیں کرتے۔
- لیکن اگر وہ قافلے کے تھوڑے سے لوگوں پر حملہ کریں اور انہیں مغلوب کر لیں، تو وہ **راہزن** (قُطَّاعُ الطُّرُق) شمار ہوں گے۔[22]

رِدء (ساتھی یا معاون) کا حکم:

- 15۔ فقہاء کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ **رِدء** (یعنی وہ شخص جو راہزن کی کسی طرح مدد کرے، جیسے اپنے اثر و رسوخ سے، یا ان کے گروہ کی تعداد بڑھا کر، یا کسی اور قسم کی اعانت سے، مگر خود راستہ کاٹنے میں براہِ راست شریک نہ ہو) کا کیا حکم ہے؟
- **حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ** کے نزدیک: رِدء کا حکم اسی طرح ہے جیسے براہِ راست راہزنی کرنے والے کا حکم، کیونکہ یہ سب مل کر اس جرم میں شریک ہوتے ہیں، اور راستہ زنی (قطع طریق) کا عمل اجتماعی طور پر مکمل ہوتا ہے۔ نیز راہزنوں کا معمول یہی ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ براہِ راست لوٹ مار کرتے ہیں اور کچھ ان کا دفاع کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر رِدء کو براہِ راست راہزن کے ساتھ حد کے اعتبار سے شامل نہ کیا جائے تو اس سے راستہ زنی کا دروازہ کھل جائے گا۔[23]. اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حدود آرڈیننس مجریہ 1979ء کے سیکشن نمبر 22 کے تحت ابتدائے جرم" یا "تحریک جرم کے نتیجے میں کسی بھی قسم کی قید کی سزا دی جاسکتی ہے جس کا زیادہ سے زیادہ دورانیہ دس سال ہوگا۔[24]
- **شافعیہ کے نزدیک:**

رِدء پر حد جاری نہیں ہوگی، بلکہ اس کو تعزیری سزا دی جائے گی، جیسے کہ دیگر وہ جرائم جن پر کوئی حد مقرر نہیں ہے۔[25]

حرابہ (ڈاکہ زنی) کے ثبوت کا طریقہ:

فقہاء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ حرابہ (ڈاکہ) کا جرم قضاءً دو طریقوں سے ثابت ہوتا ہے:

1. اقرار کے ذریعے
2. دو عادل گواہوں کی شہادت سے

حرابہ میں ساتھیوں کی گواہی بھی قبول کی جاتی ہے۔ اگر دو آدمی، جن پر ڈاکوؤں نے کسی اور کے ساتھ ظلم کیا ہو، گواہی دیں اور اپنے متعلق کچھ نہ کہیں، تو ان کی گواہی قابل قبول ہے۔ قاضی پر لازم نہیں کہ وہ تحقیق کرے کہ آیا وہ خود بھی متاثرین میں شامل تھے یا نہیں؟ اور اگر قاضی تحقیق کرے بھی، تو گواہوں پر جواب دینا لازم نہیں۔ البتہ اگر وہ یہ کہیں: "ہمارے ساتھ راستہ کاٹا گیا، اور ہمارا مال لوٹ لیا گیا"، تو ایسی شہادت نہ ان کے اپنے حق میں قابل قبول ہو گی نہ کسی اور کے حق میں، کیونکہ ان کے دل میں دشمنی ہو سکتی ہے۔

امام مالک کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں بھی ان کی شہادت قبول کی جائے گی۔ اور ان کے نزدیک حرابہ میں سنی سنائی بات کی گواہی بھی معتبر ہے۔ مثلاً: اگر دو اشخاص قاضی کے سامنے اس شخص کے بارے میں گواہی دیں جس کا حرابہ مشہور ہو چکا ہو، تو ان کی گواہی سے حرابہ ثابت ہو جائے گا، چاہے انہوں نے خود وہ جرم ہوتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔[26]

کیا رہزنی کی حد میں ترتیب ضروری ہے؟

ائمہ ثلاثہ کا قول:

قرآن کریم میں رہزنی کی سزا کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۔۔ الخ﴾[27]

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلائے پھرتے ہیں، ان کی یہ سزا ہے کہ انہیں قتل کر دیں، یا سولی پر چڑھا دیں، یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیں، یا پھر انہیں ملک دور بھیج دیں۔ یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے زبردست عذاب ہے۔

اس آیت میں محاربین کی چار قسم کی سزائیں مذکور ہیں۔ (1) قتل (2) سولی پر چڑھانا (3) ہاتھ پاؤں کاٹنا (4) جلاوطن کرنا۔

چنانچہ علماء کا رہزنی کی سزا کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیت میں مذکور سزائیں تخییر پر مبنی ہیں کہ حاکم وقت ان میں سے جو چاہے اپنی مرضی کے مطابق سزا دلوا دیں، یا یہ سزائیں ترتیب کے ساتھ جرم کی مقدار پر لاگو ہوں گی؟

تینوں ائمہ اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ رہزنوں کی حد آیت میں مذکور ترتیب کے مطابق ہو گی کیونکہ سزا جرم کے بقدر ہونی چاہیئے لہٰذا جس قدر جرم ہو گا اسی قدر اس پر سزا مرتب ہو گی۔ چنانچہ علامہ ماوردی تحریر فرماتے ہیں:

فاختلف الفقهاء في هذه الأحكام الأربعة التي جعلها الله تعالى عقوبة لهم ، هل وجبت على طريق التخيير في أن يفعل الإمام منها ما رآه صلاحا ، أو وجبت على طريق الترتيب عقوبة الحرابة ، فتكون كل عقوبة منها في مقابلة ذنب لا يتعداه إلى غيره ؟ اختلف فيه أهل العلم على قولين : أحدهما : قاله سعيد بن المسيب ، ومجاهد ، وعطاء ، والنخعي ، ومالك وداود في أهل الظاهر : أنها وجبت على طريق التخيير في أن يفعل الإمام منها ما شاء : لقوله : أن يقتلوا أو يصلبوا ﴿المائدة : 33﴾و أو تدخل في الكلام للتخيير في الأوامر ، والشك في الأخبار ، وهذا أمر فكانت للتخيير ، كهي في كفارة اليمين . والثاني : قاله الشافعي وأبو حنيفة : أنها وجبت على طريق الترتيب[28]

فقہاء کے درمیان ان چار سزاؤں کے بارے میں اختلاف ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے محاربین (فساد پھیلانے والوں) کے لیے سزا کے طور پر مقرر فرمایا ہے: کیا یہ سزائیں بطورِ اختیار (تخییر) واجب ہیں کہ امام (حاکم وقت) ان میں سے جو سزا مناسب سمجھے، وہ دے سکتا ہے؟ یا یہ سزائیں بطورِ ترتیب واجب ہیں، یعنی ہر سزا کسی خاص جرم کے بدلے میں مخصوص ہے اور اس کا اطلاق صرف اسی جرم پر ہو گا نہ کہ کسی اور پر؟ علمائے کرام اس بارے میں دو رائے رکھتے ہیں: پہلی رائے: اسے سعید بن مسیب، مجاہد، عطاء، نخعی، امام مالک اور اہلِ ظاہر میں سے داود نے اختیار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ سزائیں بطورِ تخییری (اختیار کے طور پر) واجب ہیں، یعنی امام کو اختیار حاصل ہے کہ ان میں سے جو سزا چاہے دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" : اَن یُقَتَّلوا اَو یُصَلَّبوا ") کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں (... اور عربی زبان میں لفظ " اَو " اگر کسی حکم (امر) میں آئے تو اختیار (تخییر) کے لیے ہوتا ہے، اور اگر خبر میں ہو تو شک کے معنی دیتا ہے۔ چونکہ یہاں حکم ہے، لہٰذا " اَو " اختیار پر دلالت کرتا ہے، جیسے کفارۂ قسم (قسم کا کفارہ) میں ہے۔ دوسری رائے: اسے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ نے اختیار کیا ہے کہ یہ سزائیں بطورِ ترتیب واجب ہیں، یعنی ہر سزا ایک مخصوص جرم کے بدلے میں دی جائے گی۔

امام مالک کا قول:

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ رہزنوں کو سزا دینے کا دارومدار امام کی رائے پر موقوف ہے چنانچہ مصلحت کے پیش نظر فقہاء سے مشاورت کر کے امام جو رائے قائم کرے اسی پر عمل کرلے البتہ سزا میں امام کی من مانی کو دخل نہیں ہونی چاہئے۔ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ درج بالا آیت محاربہ میں مذکور لفظ اَو لغت میں تخییر کا مقتضی ہے۔

جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَكَفَّارَتُهُۥٓ إِطۡعَامُ عَشَرَةِ مَسَٰكِينَ مِنۡ أَوۡسَطِ مَا تُطۡعِمُونَ أَهۡلِيكُمۡ أَوۡ كِسۡوَتُهُمۡ أَوۡ تَحۡرِيرُ رَقَبَةٖۖ فَمَن لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٖۚ ذَٰلِكَ كَفَّٰرَةُ أَيۡمَٰنِكُمۡ ﴾[29]

چنانچہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو، یا ان کو کپڑے دو، یا ایک غلام کو آزاد کرو۔ ہاں اگر (ان چیزوں میں سے) کسی کے پاس کچھ نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا۔

چنانچہ جس طرح یہاں اطعام مساکین، کسوۃ اور تحریر رقبہ میں اختیار ہے اسی طرح وہاں پر بھی حاکم کو سزا دلوانے میں اختیار ہو گا۔[30]

حدِ حرابہ کی ترتیب کی کیفیت میں فقہاء کرام کا اختلاف:

امام ابو حنیفہ کا مذہب:

حنفیہ کہتے ہیں کہ مخالف سمت رہزنوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دئے جائیں اگر اگر انہوں نے صرف مال چھینا، اور انہیں قتل کیا جائے گا اگر قتل کیا، لیکن اگر مقطوع علیہ کو قتل بھی کیا اور مال بھی چھینا تو اس صورت میں امام کے پاس اختیار ہے چاہے مخالف سمت میں ہاتھ پاؤں کاٹے اور پھر قتل کرلے یا سولی پر لٹکا دے اور یہ بھی کر سکتا ہے کہ ہاتھ پاؤں نہ کاٹے اور صرف قتل یا سولی پر اکتفاء کرلے۔ اور اگر انہون نے مقطوع علیہ کو صرف ڈرایا دھمکایا ہو لیکن قتل نہ کیا ہو اور نہ ہی مال چھینا ہو تو رہزنوں کو جلاوطن کر دیا جائے یعنی قید میں رکھے جائیں اور تعزیر لگائی جائے گی۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ راہزنوں نے مال بھی چھینا اور قتل بھی کیا تو اس کے متعلق امام ابو حنیفہ اور امام زفر کی رائے ذکر کی گئی ہے، صاحبینؒ کہتے ہیں، امام رہزن کو قتل کرے یا سولی پر چڑھائے لیکن ہاتھ پاؤں نہ کاٹے چونکہ رہزنی کا جرم ایک ہے اس میں دو حد واجب نہیں ہوں گی، نیز اگر مادون النفس جنایت نفس میں داخل ہوتی ہے جیسے حد سرقہ اور حد رجم دونوں جمع ہو جائیں تو فقط رجم کی حد جاری ہو گی۔

امام ابو حنیفہ اور امام زفرؒ نے صاحبینؒ پر رد کیا ہے اگرچہ یہ جنایت واحد ہے تاہم ہاتھ پاؤں کاٹنے اور قتل کی سزا بھی واحد ہے البتہ یہ سزا مغلظ سخت ہے چونکہ اس کا سبب مغلظ ہے چونکہ قطع طریق امن عامہ کو تباہ کر دیتا ہے اور لوگوں کا مال اور جان محفوظ نہیں رہتی۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> بيانٌ لأَحوال قَاطع الطَّريق فبَيَّنَ أَنَّهَا أَربع **الْأُولَى**:لَو أُمْسكَ بعدَما قَصدَ قَطْع الطَّريق ولَم يقْطَعها علَى أَحد وحكْمه الْحبسَ حتَّى يتوبَ وهو الْمرادَ بقَوْله تَعالَى {أَو ينْفوا منَ الأَرض} [المائدة:33] فَالنَّفْي بمعْنى الْحَبس؛---**الثَّانيةُ**: أَنْ يؤخَذَ بعدَما أَخذَ الْمالَ ولَم يقْتل النَّفْس وحكْمه أَنْ تقْطَع يده الْيمنى ورجْلُه الْيسرى ---**الثَّالثَةُ**: أَنْ يؤخَذَ بعدَما قَتَل نَفْسا معصومةً ولَم يأْخذْ مالًا وحكْمه أَنَّ الْإمَامَ يقْتلُه حدًّا لله تَعالَى لَا قصاصا حتَّى لَو عفَا الْأَولياء لَا يلْتفت إلَى عفْوهمْ ---**الرَّابعةُ** أَنْ يؤخذَ، وقد قتَل النَّفْس وأَخذَ الْمالَ فذَكَر الْمصنِّفُ أَنَّ الْإمام مخَيَّر بين ثَلَاثَة أَشْياء إمَّا أَنْ يجمع بينَ الثَّلَاثَة: قَطْع الْيد، والرجلِ من خلَاف، والْقتل، والصَّلْب، وإمَّا أَنْ يقْتصر علَى الْقتْلِ وإمَّا أَنْ يقْتصر علَى الصَّلْب[31]

قاطعِ طریق (ڈاکو) کی مختلف حالتوں کا بیان: اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ ان کی چار حالتیں ہیں: پہلی حالت: اگر کسی شخص کو اس وقت پکڑا جائے جب اس نے راستہ زنی کا ارادہ کیا، لیکن ابھی کسی پر حملہ نہیں کیا، تو اس کا حکم یہ ہے کہ اسے قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب ہے: أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ] {المائدہ:33[یعنی "زمین سے نکال دیے جائیں"۔

یہاں "نکال دینا" (نفی) کا مطلب قید کرنا ہے۔

دوسری حالت: اگر وہ شخص اس وقت پکڑا جائے جب وہ کسی کا مال لوٹ چکا ہو، لیکن کسی کو قتل نہ کیا ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔ تیسری حالت:

اگر اس نے کسی معصوم (بے گناہ) کو قتل کیا ہو لیکن مال نہیں لوٹا، تو امام (حکمران) کا اس پر یہ حد جاری کرنا واجب ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حد کے طور پر ہے نہ کہ قصاص کے طور پر۔ لہٰذا اگر مقتول کے وارث معاف بھی کر دیں، تو ان کے معاف کرنے کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔

چوتھی حالت: اگر وہ اس حال میں پکڑا جائے کہ اس نے کسی انسان کو قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو، تو مصنف (فقیہ) نے ذکر کیا ہے کہ امام کو تین باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار حاصل ہے: یا تو وہ تینوں سزائیں جمع کرے: یعنی ہاتھ اور پاؤں کاٹنا، قتل کرنا اور اس کے بعد صلیب پر چڑھانا۔ یا صرف قتل پر اکتفا کرے۔ یا صرف صلیب پر چڑھانے پر اکتفا کرے۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مذہب:

حنابلہ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر راہزنوں نے صرف مال لوٹا ہو تو ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت میں کاٹے جائیں گے، اور اگر قتل کیا ہو اور مال نہ چھینا ہو تو انہیں قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے گا اور اگر قتل بھی کیا ہو اور مال بھی چھینا ہو تو رہزنوں کو قتل بھی کیا جائے گا پھر سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔ اگر ڈرایا اور دھمکایا ہو تو رہزنوں کو ملک بدر کر دیا جائے۔ شافعیہ اور حنابلہ نے صرف تیسری صورت میں حنفیہ سے اختلاف کیا ہے۔ اس ترتیب پر شافعیہ اور حنابلہ کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو ابو بردہ اسلمی[32] رضی اللہ عنہ کے قصہ میں وارد ہوئی ہے اس میں اسی ترتیب کے مطابق سزا بیان کی گئی ہے، روایت درج ذیل ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ : {إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ} حَتَّى خَتَمَ الْآيَةَ ، فَقَالَ : إِذَا حَارَبَ الرَّجُلُ وَقَتَلَ وَأَخَذَ الْمَالَ قُطِعَتْ يَدُهُ وَرِجْلُهُ مِنْ خِلَافٍ وَصُلِبَ وَإِذَا قَتَلَ وَلَمْ يَأْخُذِ الْمَالَ قُتِلَ , وَإِذَا أَخَذَ الْمَالَ وَلَمْ يَقْتُلْ قُطِعَتْ يَدُهُ وَرِجْلُهُ مِنْ خِلَافٍ وَإِذَا لَمْ يَقْتُلْ وَلَمْ يَأْخُذِ الْمَالَ نُفِيَ[33]

حضرت ابن عباسؓ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تلاوت کی: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی کرتے اور زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں، ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے، یا سولی پر چڑھا دیا جائے، یا ان کے ہاتھ پاؤں خلاف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں۔ یہاں تک کہ آپ نے مکمل آیت پڑھی۔ اور فرمایا: جب آدمی لڑائی کرے اور قتل کر دے اور مال بھی چھینے تو اس کا ایک ہاتھ اور اس کا ایک پاؤں خلاف سمت سے کاٹا جائے گا اور سولی چڑھایا جائے گا۔ اور جب کوئی قتل کرے اور مال نہ لے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور جب مال لُوٹے اور قتل نہ کرے تو اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیا جائے گا۔ اور جب نہ قتل کرے اور نہ ہی مال لے تو اس کو ملک بدر کر دیا جائے گا۔

امام مالکؒ کا مذہب:

امام مالکؒ کہتے ہیں رہزنی کی سزا دینے کا دارومدار امام کی رائے پر ہے، امام فقہاء سے مشاورت کرے اور مصلحت کے پیش نظر جو رائے قائم کرلے اسی پر عمل کر لے البتہ سزا میں امام کی من مانی کو دخل نہیں ہونی چاہئے۔

1. اگر رہزن نے صرف ڈرایا یا دھمکایا ہو تو امام کو اختیار ہے چاہے رہزن کو قتل کرے چاہے اسے سولی پر لٹکائے چاہے جلاوطن کرے یا خلاف سمت ہاتھ پاؤں کاٹے، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ اگر رہزن صاحب رائے صاحب تدبیر ہو اور اس کے پاس قوت بھی ہو تو اس میں اجتہادی توجیہ یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے۔ چونکہ ہاتھ پاؤں کاٹنے سے اس کا ضرر ختم نہیں ہوتا۔ اگر رہزن صاحب رائے نہ ہو لیکن اس کے پاس قوت ہو تو خلاف سمت اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں، اگر مذکور بالا دونوں صورتیں رہزن میں نہ پائی جائیں تو امام اسے مارے اور جلاوطن کردے۔
2. اگر رہزن نے مقطوع علیہ (مسافر) کو قتل کیا تو بدلے میں اسے قتل کرنا ضروری ہے، اس کے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور جلاوطن کرنے میں امام کو اختیار حاصل نہیں ہوگا، ہاں البتہ اسے قتل کرنے اور سولی پر چڑھانے میں اختیار ہوگا۔
3. اگر رہزن نے مال چھینا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو امام کو اختیار ہے چاہے رہزن کو قتل کرے یا سولی پر چڑھائے یا ہاتھ پاؤں کاٹے یا جلاوطن کرے، امام اجتہاد کرے اپنی رائے کے مطابق حکم صادر کرے اور اپنی خواہش نفس کو دخل نہ دے۔

درج بالا مسئلے میں فقہاء کے اختلاف کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے علامہ ماوردی فرماتے ہیں:

فقد اختلف من قال بترتيبها في صفة الترتيب في عقوبة الحرابة على ثلاثة مذاهب : أحدها : وهو مذهب أبي حنيفة أنه إذا قتل قتل ، وإن أخذ المال قطعت يده ورجله من خلاف ، وإذا قتل وأخذ المال قتل وقطع ، ونفيهم أن يحبسوا في بلدهم . والمذهب الثاني : وهو مذهب مالك أنه يقتل إذا كان من أهل الرأي والتدبير دون البطش والقتال : لأنه لا يكف عن التدبير إلا بالقتل ، وتقطع يده ورجله من خلاف إذا كان من أهل البطش والقتال دون الرأي والتدبير : لأنه يتعطل ، وإن كان مكثرا لا تدبير فيه ولا قتال نفي ، ونفيه : أن يخرج إلى بلد آخر ، يحبس فيه . فاعتبر الحد بصفة الفاعل ، ولم يعتبره بصفة الفعل ، وهو ضد ما وضعت له الحدود : لأنه يقتل من لم يقتل ، ولا يقتل من قتل . والمذهب الثالث : وهو مذهب الشافعي وبه قال عبد الله بن عباس : أنه إن قتل ولم يأخذ المال قتل ولم يصلب . وإن قتل وأخذ المال قتل وصلب ولم يقطع . وإن أخذ المال ولم يقتل قطعت يده ورجله من خلاف . وإن لم يقتل ولم يأخذ المال عزر . ونفيهم أن يطلبوا لإقامة الحدود عليهم فيهربوا [34]

جن علماء نے حرابہ کی سزا کو ایک خاص ترتیب سے واجب قرار دیا ہے، انہوں نے اس ترتیب کی کیفیت میں تین مختلف مذاہب بیان کیے ہیں: پہلا مذہب: یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے: اگر ڈاکو نے کسی کو قتل کیا ہو، تو اسے قتل کیا جائے گا۔ اگر اس نے صرف مال لوٹا ہو (قتل نہ کیا ہو)، تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔ اگر اس نے قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو، تو اسے قتل بھی کیا جائے گا اور اس کے ہاتھ پاؤں بھی کاٹے جائیں گے۔ اور اگر صرف نفی (نکالا جانا) کی سزا ہو تو اس کا مطلب ہے کہ اسے اس کے اپنے شہر میں قید کیا جائے گا۔

دوسرا مذہب: یہ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے: اگر وہ ڈاکو ایسا ہو جو رائے اور منصوبہ بندی سے کام لیتا ہو (یعنی سادہ حملہ آور نہ ہو بلکہ ذہانت سے واردات کرے)، تو اسے قتل کیا جائے گا، کیونکہ ایسا شخص صرف قتل ہی سے اپنے جرم سے باز آسکتا ہے۔ اور اگر وہ محض قوتِ بازو اور لڑائی کے ذریعے ڈاکہ ڈالنے والا ہو (سوچ بچار نہیں، صرف تشدد)، تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں

کاٹا جائے گا، کیونکہ اس کا جرم اس حد تک محدود ہے۔ اور اگر وہ نہ تدبیر والا ہے اور نہ لڑاکا، بلکہ صرف لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر زیادہ تعداد میں جرم کرتا ہے، تو اسے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ جلاوطنی کا مطلب یہ ہے کہ اسے دوسرے شہر بھیج کر وہاں قید کیا جائے گا۔ امام مالک کے اس نظریے کی بنیاد یہ ہے کہ سزا کو مجرم کی شخصیت اور صفات کے مطابق رکھا جائے، نہ کہ جرم کی نوعیت کے مطابق۔ جبکہ یہ حد (سزا) کے مقصد کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں کبھی اسے قتل کیا جارہا ہے جس نے قتل نہیں کیا اور کبھی اسے نہیں قتل کیا جارہا جس نے قتل کیا ہے۔

تیسرا مذہب: یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے، اور اسی کو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اختیار کیا: اگر ڈاکو نے قتل کیا لیکن مال نہیں لوٹا، تو اسے قتل کیا جائے گا، مگر صلیب پر نہیں چڑھایا جائے گا۔ اگر اس نے قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا، تو اسے قتل کیا جائے گا اور پھر صلیب پر چڑھایا جائے گا، لیکن اس کے ہاتھ پاؤں نہیں کاٹے جائیں گے۔ اگر اس نے مال لوٹا لیکن قتل نہیں کیا، تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔ اور اگر نہ قتل کیا ہو نہ مال لوٹا ہو، تو اسے صرف تعزیری سزا دی جائے گی (مثلاً قید یا کوڑوں وغیرہ سے)۔ اور ان کی جلاوطنی (نفی) اس طرح ہے کہ ایسے لوگوں کو گرفتار کر کے ان پر حدود (شرعی سزائیں) قائم کی جائیں تاکہ وہ بھاگ نہ جائیں۔

سولی چڑھانے کی کیفیت ائمہ اربعہ کے اقوال کی روشنی میں:

سولی چڑھانے کی کیفیت، اس کا وقت اور مدت امام ابو یوسفؒ اور امام کرخیؒ کہتے ہیں: رہزن کو زندہ سولی پر چڑھا دیا جائے اس کے ہاتھ تو سولی کے تختے کے ساتھ باندھ دیئے جائیں پھر پاؤں کے نیچے رکھی ہوئی لکڑ الگ کر دی جائے، پھر نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا جائے چونکہ سولی چڑھانا بطور تغلیظ کے ہے اور سزا زندہ شخص کو دی جاتی ہے، رہی بات مردہ کی تو اسے سزا نہیں دی جاتی سولی پر چڑھانا مثلہ نہیں۔ چونکہ مثلہ میں تو اعضاء کاٹے جاتے ہیں حنفیہ کے مطابق یہی زیادہ صحیح ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی یہی راجح ہے۔ مالکیہ میں سے اشہب، شافعیہ، حنابلہ اور حنفیہ میں سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ[35] کہتے ہیں: قاطع طریق کو قتل کرنے کے بعد سولی پر چڑھایا جائے گا چونکہ آیت میں اللہ تعالی نے قتل کو سولی پر مقدم کیا ہے، اسے زندہ سولی پر چڑھانے میں عذاب دینا ہے اور مثلہ کرنا ہے حالانکہ حضور ﷺ نے مثلہ کرنے سے اور جاندار کو عذاب میں مبتلا کرنے سے منع فرمایا ہے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے جب تم کسی کو (سزا کے طور پر قتل کرو تو اسے اچھی طرح سے قتل کرو اور جب کسی جانور کو ذبح کرو، اسے اچھی طرح ذبح کرو۔ قتل کے بعد سولی چڑھانے کی غرض یہ ہے تاکہ اس سے دوسرے لوگوں کو عبرت ہو جائے اور اس کے گھناؤنے جرم کی تشہیر ہو جائے۔

چنانچہ علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

وَأَمَّا كَيْفِيَّةُ الصَّلْبِ فَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يُصْلَبُ حَيًّا، ثُمَّ يُطْعَنُ بِرُمْحٍ حَتَّى يَمُوتَ، وَكَذَا ذَكَرَ الْكَرْخِيُّ، وَعَنْ أَبِي عُبَيْدٍ أَنَّهُ يُقْتَلُ، ثُمَّ يُصْلَبُ، وَكَذَا ذَكَرَ الطَّحَاوِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّ الصَّلْبَ حَيًّا مِنْ بَابِ الْمُثْلَةِ، وَقَدْ «نَهَى النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ الْمُثْلَةِ» ، وَالصَّحِيحُ هُوَ الْأَوَّلُ؛ لِأَنَّ الصَّلْبَ فِي هَذَا الْبَابِ شُرِعَ لِزِيَادَةٍ فِي الْعُقُوبَةِ تَغْلِيظًا، وَالْمَيِّتُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْعُقُوبَةِ؛ وَلِأَنَّهُ لَوْ جَازَ أَنْ يُقَالَ: يُصْلَبُ بَعْدَ الْمَوْتِ؛ لَجَازَ أَنْ يُقَالَ: تُقْطَعُ

يده، ورجله من خلاف بعد الموت، وذلك بعيد فكذا هذا. والمراد من المثلة في الحديث قطع بعض الجوارح كذا قاله محمد رحمه الله 36

صلب (سولی چڑھانے) کا طریقہ: صلب (سولی دینے) کے طریقہ کار کے بارے میں مختلف آراء منقول ہیں: امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: ڈاکو کو زندہ حالت میں سولی پر چڑھایا جائے، پھر نیزے سے اس کے جسم میں نیزے مارے جائیں یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ اسی طرح کرخی نے بھی یہی ذکر کیا ہے۔ جبکہ امام ابو عبید کا قول ہے کہ: پہلے اسے قتل کیا جائے، پھر اس کی لاش کو سولی پر لٹکایا جائے۔ اسی طرح امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے کہ زندہ حالت میں سولی پر چڑھانا "مثلہ" (لاش کے ساتھ بگاڑ یا ظلم) کے زمرے میں آتا ہے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "مثلہ" (لاش کی بے حرمتی) سے منع فرمایا ہے۔ تاہم راجح (صحیح) قول پہلا ہی ہے، یعنی زندہ حالت میں سولی پر چڑھایا جائے؛ کیونکہ اس مقام پر صلب کا مقصد سزا کو سخت اور عبرتناک بنانا ہے، اور مردہ انسان سزا کا مستحق نہیں ہوتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ "قتل کے بعد سولی دی جائے"، تو پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ "مرنے کے بعد اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں"، حالانکہ ایسا کہنا ناممکن اور ناقابلِ تصور ہے، تو یہاں بھی یہی حکم ہوگا۔ اور حدیث میں جس مثلہ (بے حرمتی) سے منع کیا گیا ہے، اس سے مراد کسی زندہ انسان کے کسی عضو کو کاٹنا ہے۔ یہی قول امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

سولی کی مدت:

سولی کی مدت جمہور کے نزدیک تین دن ہے۔ اس سے زیادہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ کیونکہ اس کی حالت متغیر ہونے اور سڑنے کی وجہ سے لوگوں کو ضرر ہو سکتا ہے، چنانچہ علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

" وقيل: إذا صلبه الإمام تركه ثلاثة أيام عبرة للخلق، ثم يخلي بينه، وبين أهله ؛ لأنه بعد الثلاث يتغير؛ فيتضرر به الناس 37

یہ بھی کہا گیا ہے کہ: جب امام (حاکم) کسی کو سولی پر چڑھائے، تو وہ اسے تین دن تک وہاں لٹکائے رکھے تاکہ لوگوں کے لیے عبرت بنے، پھر اس کے بعد اسے اس کے اہل خانہ کے حوالے کر دے؛ کیونکہ تین دن کے بعد اس کی لاش بگڑنے لگتی ہے، جس سے لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے۔

اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اتنی مدت تک سولی پر لٹکا رہنے دیا جائے گا جتنی مدت میں اسے سولی پر چڑھنے کا نام دیا جا سکے، ابن قدامہ کہتے ہیں سولی کا صحیح وقت وہی ہے جو خرقی نے ذکر کر کیا ہے کہ اتنی مدت تک سولی پر اسے رہنے دیا جائے گا جتنی مدت میں لوگوں میں اس کا معاملہ مشہور ہو جائے۔ چنانچہ حنبلی فقیہ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

"في قدره ولا توقيت فيه إلا قدر ما يشتهر أمره قال أبو بكر : لم يوقت أحمد في الصلب فأقول : يصلب قدر ما يقع عليه الاسم والصحيح توقيته بما ذكر الخرقي من الشهرة لأن المقصود يحصل به وقال الشافعي : يصلب ثلاثا

وهو مذهب أبي حنيفة وهذا توقيت بغير توقيف فلا يجوز مع أنه في الظاهر يفضي إلى تغيره ونتنه وأذى المسلمين برائحته ونظره ويمنع تغسيله وتكفينه ودفنه فلا يجوز بغير دليل [38]

سولی پر لٹکانے کی مدت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: اس کی کوئی مقررہ مدت نہیں، صرف اتنا ہو کہ اس کا معاملہ مشہور ہو جائے۔ امام ابو بکر (الخلال) کہتے ہیں: امام احمد نے صلب (سولی) کے لیے کوئی خاص مدت مقرر نہیں کی، پس میں کہتا ہوں: اسے اتنی دیر کے لیے سولی پر لٹکایا جائے کہ اس پر "صلب" کا اطلاق ہو سکے۔ اور درست بات یہ ہے کہ خرقی نے جو مدت (تین دن) ذکر کی ہے وہی مناسب ہے، کیونکہ مقصد (عبرت اور شہرت) اسی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ امام شافعی کا قول ہے: اسے تین دن سولی پر لٹکایا جائے، اور یہی امام ابو حنیفہ کا بھی مذہب ہے۔ لیکن یہ ایک ایسی مدت مقرر کرنا ہے جس کی کوئی شرعی دلیل (توقیف) نہیں، اس لیے یہ جائز نہیں۔ مزید یہ کہ بظاہر اس میں یہ قباحت ہے کہ اس کی لاش بگڑ جائے گی، بدبو پھیلائے گی، اور مسلمانوں کو اس کی بو اور شکل اذیت دے گی۔ اسی طرح اس کے غسل، کفن اور دفن میں بھی رکاوٹ پیدا ہو گی، لہٰذا بغیر کسی شرعی دلیل کے ایسی مدت مقرر کرنا جائز نہیں۔

نفی (جلاوطنی) کی تفسیر ائمہ اربعہ کے اقوال کی روشنی میں:

حنفیہ کے نزدیک نفی کی تفسیر:

نفی (جلاوطنی) حنفیہ کے نزدیک نفی کا معنی قید کرنا ہے، چونکہ قید کرنے میں زمین سے او جھل ہونے کا معنی ہے اور زندہ رکھنے کے ساتھ ساتھ دنیا سے نکل جانا ہے عرف عام میں حبس وقید کو بھی نفی کہا جاتا ہے۔ رہی بات جلاوطن کرنے کی سو اس میں دوسرے شہر کے رہنے والوں کو ضرر میں ڈالنا ہے اور قطع طریق دارالحرب کی طرف جانے کا موقع فراہم کرنا ہے جس سے وہ کافر ہو سکتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری (970ھ) فرماتے ہیں:

" حُكْمُه الْحَبسُ حتَّى يتوبَ وهوَ الْمرادُ بقولِه تعالَى {أَوْ ينفَوا من الأَرْضِ} [المائدة: 33] فَالنَّفْيِ بِمَعْنَى الْحَبسِ؛ لأَنَّهُ نَفْيٌ عنْ وجه الْأَرْضِ [39]

اس کا حکم یہ ہے کہ اسے قید رکھا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے، اور یہی اللہ تعالی کے اس فرمان کا مطلب ہے: أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ] {المائدہ: 33[یعنی "انہیں زمین سے نکال دیا جائے"۔ پس یہاں نفی (نکال دینا) سے مراد قید کرنا ہے، کیونکہ یہ زمین کی سطح سے نکال دینا (یعنی عام لوگوں سے الگ کر دینا) ہے۔

مالکیہ کے نزدیک نفی کی تفسیر:

مالکیہ کہتے ہیں کی نفی کا معنی جلاوطنی ہے یعنی رہزن کو ایک شہر سے کسی دوسرے شہر میں جلاوطن کر دیا جائے اور دوسرے شہر میں اسے قید کر لیا جائے یہاں تک کہ وہ سچی توبہ کر لے، دونوں شہروں کے درمیان کم از کم فاصلہ قصر صلاۃ کی مسافت کے برابر ہو گویا مالکیہ کے نزدیک نفی کا معنی جلاوطنی ہے۔ چنانچہ ابن رشد الحفید

قرطبی[40] (595ھ) لکھتے ہیں:

وقيل إن النفي هو أن ينفى من بلد إلى بلد فيسجن فيه إلى أن تظهر توبته وهو قول ابن القاسم عن مالك ويكون بين البلدين أقل ما تقصر فيه الصلاة [41]

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: نفی (نکال دینا) سے مراد یہ ہے کہ مجرم کو ایک شہر سے دوسرے شہر جلا وطن کیا جائے، اور اس دوسرے شہر میں اسے قید رکھا جائے یہاں تک کہ اس کی توبہ ظاہر ہو جائے۔ یہ قول امام مالک سے روایتاً ابن القاسم کا ہے۔ اور ان دو شہروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا چاہیے جس میں نماز قصر کی جاتی ہو (یعنی شرعی مسافت ہو)۔

شافعیہ کے نزدیک نفی کی تفسیر:

شافعیہ کہتے ہیں کہ نفی کا معنی یہ ہے کہ امام رہزن کو اتنی مدت کے لیے قید میں ڈال دے، جتنی مدت میں وہ توبہ کرنے یا لوگوں کو عبرت دلانے کے لیے رہزن پر تعزیر لگائے حد زنا میں نفی کا معنی دوسرے شہر میں جلاوطن کر دینا ہے۔ چنانچہ شافعی المسلک فقیہ سلیمان بن عمر بن محمد البجیرمی تحریر فرماتے ہیں:

قوله (وحبسه في غير بلده أولى) لقوله تعالى {أو ينفوا من الأرض} لأنه كناية عن التعزير [42]

اس کے قول "اور اسے اس کے اپنے شہر کے علاوہ کسی اور جگہ قید کرنا بہتر ہے "کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿أَوْ يُنفَوْا مِنَ الأَرْضِ﴾ انہیں زمین سے نکال دیا جائے ("کیونکہ یہ تعزیر (تادیبی سزا) کے لیے کنایہ (اشارہ) ہے۔

حنابلہ کے نزدیک نفی کی تفسیر:

حنابلہ کہتے ہیں نفی کا معنی یہ ہے کہ قاطع طریق کو شہر سے بھگا دیا جائے تاکہ کہیں ٹکنے نہ پائے۔ ان کی دلیل حسن بصری کی روایت ہے کہ نفی کا معنی شہروں اور ملکوں میں بھگانا ہے کہ کہیں وہ ٹکنے نہ پائے حنابلہ کے نزدیک حد زنا میں تعریب اور نفی وہی ہے جو شافعیہ کے نزدیک ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

والنفي هو تشريدهم عن الامصار والبلدان فلا يتركون يأوون بلدا ويروى نحو هذا عن الحسن و الزهري [43]

نفی (جلاوطنی) کا مطلب یہ ہے کہ انہیں شہروں اور بستیوں سے بے دخل کر دیا جائے، یعنی انہیں کسی شہر میں ٹھہرنے نہ دیا جائے۔ اور اسی مفہوم کی روایت حسن بصری اور امام زہری سے بھی منقول ہے۔

حرابہ کی سزا کا ساقط ہونا:

اگر محارب نے گرفتاری سے قبل حرابہ سے توبہ کی ہو اور سرکار کو اپنی توبہ سے آگاہ کیا ہو یا گرفتاری سے قبل خود اپنے آپ کو سرکار کے حوالے کر چکا ہو درآنحالیکہ سرکار کو اس کے محارب ہونے کا علم ہو چکا ہو تو اس صورت میں اس پر حرابہ کی حد نافذ نہیں کی جائے گی۔ تاہم اس کو کوئی بھی تعزیری سزا دی جائے گی۔ بایں ہمہ اس نوعیت کا محارب قصاص یا دیت کی ادائیگی یا کسی بھی مالِ ماخوذ کی واپسی یا بصورت اتلاف اس کے تاوان کی ادائیگی کا ذمہ دار ہو گا جس کا ارتکاب وہ دوران حرابہ کر چکا ہو۔[44] یہ مسئلہ چاروں مذاہب کے فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے۔[45] اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ[46]"

(ترجمہ:) "سوائے ان لوگوں کے جو تمہارے قابو پانے سے پہلے توبہ کر لیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ان پر حد واجب کی، پھر توبہ کرنے والوں کو مستثنیٰ کر دیا۔ لیکن انسانوں کے حقوق توبہ سے ساقط نہیں ہوتے۔[47]

نتائج:

1. حدِ حرابہ کا مفہوم وسیع اور اجتماعی نوعیت کا حامل ہے کیونکہ حرابہ صرف فردی جرم نہیں بلکہ ریاست، معاشرت اور انسانی سلامتی کے خلاف ایک سنگین اجتماعی جرم ہے۔ اس میں فساد فی الارض، دہشت گردی، اور انارکی جیسے جرائم بھی شامل ہوتے ہیں۔
2. قرآنی بنیادیں حدِ حرابہ کے سخت نفاذ کو تقویت دیتی ہیں۔ سورہ المائدہ کی آیت 33 حرابہ کی سزا کے بارے میں صراحت سے بتاتی ہے کہ محارب کو قتل، سولی، ہاتھ پاؤں کاٹنے یا جلاوطنی کی سزا دی جاسکتی ہے، جو کہ اس جرم کی سنگینی کو ظاہر کرتی ہیں۔
3. واقعۂ عرنیین حدِ حرابہ کے عملی نفاذ کی واضح مثال ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ نے چرواہے کو قتل کرنے اور اونٹ لوٹنے والے مجرموں کو سخت سزائیں دیں، جو کہ شریعت کے مزاج کو واضح کرتی ہیں۔
4. حرابہ کی اصطلاح فقہی طور پر صرف ڈاکہ زنی تک محدود نہیں۔ فقہائے کرام نے اس میں قتل، لوٹ مار، خوف پھیلانا، اور بعض فقہاء نے عزت پر حملہ جیسے جرائم کو بھی شامل کیا ہے۔ مالکی فقہاء نے اس کی تعریف کو مزید وسعت دی ہے۔
5. حرابہ اور دیگر جرائم جیسے چوری و بغاوت میں فقہی امتیاز پایا جاتا ہے۔
6. جدید فقہی رائے اور اسلامی ریاستوں کے قوانین (مثلاً پاکستانی حدود آرڈیننس 1979 (اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ دہشت گردی، بم دھماکے، اغواء برائے تاوان، ٹارگٹ کلنگ وغیرہ کو حرابہ کے دائرے میں شامل کیا جاسکتا ہے۔
7. اس سزا کا نفاذ حاکم وقت یا قاضی کی اجازت سے مشروط ہے، جو جرم کی نوعیت، ثبوت اور مصلحت عامہ کو دیکھ کر سزا کا تعین کرتا ہے۔

سفارشات:

1. فقہی اصولوں کو جدید جرائم جیسے دہشت گردی، سائبر کرائم، اور مسلح بغاوت پر منطبق کرنے کے لیے نئے اجتہادی طریقے اختیار کیے جائیں، تاکہ اسلامی قانون کی روح برقرار رہے اور دورِ جدید کے مسائل کا حل بھی ممکن ہو۔
2. اسلامی ریاستوں میں حدِ حرابہ کے نفاذ کے لیے واضح اور غیر مبہم قانونی معیار مقرر کیے جائیں۔
3. ججز، وکلاء، اور تحقیقاتی افسران کو اسلامی حدود اور خصوصاً حرابہ کے فقہی اصولوں پر تربیت دی جائے تاکہ شرعی سزاؤں کا نفاذ علمی، منصفانہ اور اصولی بنیادوں پر ہو۔
4. محض سزاؤں پر زور دینے کی بجائے، حکومتوں کو چاہیے کہ غربت، بے روزگاری، تعلیم کی کمی اور دیگر معاشرتی وجوہات کو ختم کرنے کے لیے پالیسی سازی کریں، تاکہ جرم کا محرک ہی ختم ہو جائے۔
5. موجودہ قوانین میں جہاں بین الاقوامی دباؤ یا غیر اسلامی معیار شامل ہوں، انہیں اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کیا جائے تاکہ قانون سازی شریعت کی بنیاد پر ہو۔

6. حدود، بالخصوص حرابہ جیسی سزاؤں کو ظلم یا سختی کے بجائے عدل، امن، اور معاشرتی تحفظ کے ضامن کے طور پر پیش کیا جائے تاکہ عوامی شعور بیدار ہو۔
7. بین الاقوامی سطح پر اسلامی فوجداری قانون کا علمی مقدمہ مضبوط بنیادوں پر پیش کیا جائے۔
8. فقہاء، مقننیان، اور ماہرین قانون پر مشتمل مشترکہ بورڈ تشکیل دیا جائے، جو جدید کیسز کا تجزیہ کر کے یہ طے کرے کہ کون سے جرم کو حرابہ میں شامل کیا جاسکتا ہے، اور کس صورت میں تعزیری سزا دی جائے۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] سورۃ المائدہ:5:33

Surah al-Ma'idah: 05:33

[2] الزبيدي، محمد مرتضى، تاج العروس من جواهر القاموس، تحقیق: مجموعة من المحققين (بيروت: دار الهداية)، ج2، ص250

Az-Zubaidi, Muhammad Murtaza, *Tāj al-'Arūs min Jawāhir al-Qāmūs*, Tahqeeq: Majmū'a min al-Muhaqqiqīn (Beirut: Dār al-Hidāyah),Vol:02,P:250

[3] کاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، طباعت دوم (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1986ء)، ج7، ص90

Kāsānī, Abū Bakr ibn Mas'ūd, Badā'i' al-Sanā'i' fī Tartīb al-Sharā'i', Taba'at-e-Daum (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1986), Vol:07,P:90

ملاحظہ فرمائیں: ابن قدامۃ، عبد اللہ بن أحمد، طباعت اول، المغني (بیروت: دار الفکر، 1405ھ)، ج8، ص287

Ibn Qudāmah, 'Abd Allāh ibn Aḥmad, *al-Mughnī*, Taba'at-e-Awwal (Beirut: Dār al-Fikr, 1405H), Vol:08, P:287

[4] الصاوي، أحمد بن محمد المالكي، جواهر الإكليل في شرح مختصر خليل (بيروت: دار الفكر)، ج2، ص294

As-Sāwī, Aḥmad ibn Muḥammad al-Mālikī, *Jawāhir al-Iklīl fī Sharḥ Mukhtaṣar Khalīl* (Beirut: Dār al-Fikr), Vol:02,P:294

[5] الزرقاني، محمد بن عبد الباقي، شرح الزرقاني على الموطأ (بيروت: دار الكتب العلمية، 1996)، ج8، ص192

Az-Zarqānī, Muḥammad ibn 'Abd al-Bāqī, *Sharḥ az-Zarqānī 'ala al-Muwaṭṭā'* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1996), Vol:08,P:192

[6] سورۃ المائدہ:5:33

Surah al-Ma'idah: 05:33

[7] محمد طفیل ہاشمی، حدود آرڈیننس کتاب وسنت کی روشنی میں، طبع اول (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2004ء)، ص229

Muḥammad Tufayl Hāshmī, *Hudood Ordinance Kitāb o Sunnat kī Roshni mein*, Taba'at-e-Awwal (Lahore: Maktabah Raḥmāniyyah, 2004),P:229

[8] البخاری، محمد بن اسماعیل، بَابُ كِتَابَةِ العِلْمِ، طباعت اول (کراچی: الطاف سنز، 2010ء)، ج4، ص390، حدیث نمبر 6802

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl, *Bāb Kitābat al-'Ilm*, Taba'at-e-Awwal (Karachi: al-Ṭāf Sons, 2010), Vol:04,P:390, Ḥadīth No. 6802

[9] النووي، يحيى بن شرف، روضة الطالبين وعمدة المفتين (بيروت: المكتب الإسلامي، 1405ھ)، ج10، ص155

An-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf, *Rauḍat al-Ṭālibīn wa 'Umdat al-Muftīn* (Beirut: al-Maktab al-Islāmī, 1405H), Vol:10,P:155

[10] مالک بن أنس، المدونۃ الکبری، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، ج6، ص268

Mālik ibn Anas, *al-Mudawwanah al-Kubrā* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah), Vol:06,P:268

ملاحظہ فرمائیں: أبو الولید محمد بن أحمد ابن رشد (المتوفی: 595ھ)، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، طباعت چہارم (بیروت: دار الکتب، 1975ء)، ج2، ص914

Abū al-Walīd Muḥammad ibn Aḥmad Ibn Rushd (wafat: 595H), Bidāyat al-Mujtahid wa Nihāyat al-Muqtaṣid, Taba'at-e-Chahārum (Beirut: Dār al-Kutub, 1975), Vol:02,P:491

[11] نووی، شرف الدین یحییٰ بن شرف، روض الطالب وعمدة المذهب فی فقه الإمام الشافعي، ج4، ص154

An-Nawawī, Sharaf ad-Dīn Yaḥyā ibn Sharaf, Rawḍ al-Ṭālib wa 'Umdat al-Madhhab fī Fiqh al-Imām ash-Shāfi'ī, Vol:04,P:154

[12] الرملی، شمس الدین محمد بن ابی العباس، نهاية المحتاج الى شرح المنهاج، ج8، ص2

Ar-Ramlī, Shams ad-Dīn Muḥammad ibn Abī al-'Abbās, Nihāyat al-Muḥtāj ilā Sharḥ al-Minhāj, Vol:08,P:02

[13] شربینی، محمد بن أحمد، مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، تحقيق: علي محمد معوض (بیروت: دار الکتب العلمية، 1997)، ج4، ص21

Sharbinī, Muḥammad ibn Aḥmad, Mughnī al-Muḥtāj ilā Ma'rifat Ma'ānī Alfāẓ al-Minhāj, Taḥqīq: 'Alī Muḥammad Mu'awwaḍ (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1997), Vol:04,P:21

[14] کاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج7، ص91

Kāsānī, Abū Bakr ibn Mas'ūd, Badā'i' as-Sanā'i' fī Tartīb ash-Sharā'i', Vol:07,P:91

[15] ابن عابدین، محمد أمین بن عمر، رد المحتار علی الدر المختار (بیروت: دار الفکر، 2000)، ج3، ص214

Ibn 'Ābidīn, Muḥammad Amīn ibn 'Umar, Radd al-Muḥtār 'ala ad-Durr al-Mukhtār (Beirut: Dār al-Fikr, 2000), Vol:03,P:214

[16] کاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج7، ص91

Kāsānī, Abū Bakr ibn Mas'ūd, Badā'i' as-Sanā'i' fī Tartīb ash-Sharā'i', Vol:07,P:91

[17] ابن قدامه، المغنی، ج8، ص288

Ibn Qudāmah, al-Mughnī, Vol:08,P:288

[18] النووي، يحيى بن شرف، روضة الطالبين وعمدة المفتين، ج10، ص156

An-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf, *Rawḍat al-Ṭālibīn wa 'Umdat al-Muftīn*, Vol:10,P:156

ملاحظہ فرمائیں: مالک بن أنس، المدونة الكبرى، ج6، ص303

Mālik ibn Anas, *al-Mudawwanah al-Kubrā*, Vol:06,P:303

[19] الرملی، شمس الدین محمد بن ابی العباس، نهاية المحتاج الى شرح المنهاج، ج8، ص4

Ar-Ramlī, Shams ad-Dīn Muḥammad ibn Abī al-'Abbās, Nihāyat al-Muḥtāj ilā Sharḥ al-Minhāj, Vol:08,P:04

[20] الزرقاني، محمد بن عبد الباقي، شرح الزرقاني على الموطأ، ج8، ص109

Az-Zarqānī, Muḥammad ibn 'Abd al-Bāqī, *Sharḥ az-Zarqānī* '*alā al-Muwaṭṭā*', Vol:08,P:109

[21] ابن قدامه، المغنی، ج8، ص287

Ibn Qudāmah, al-Mughnī, Vol:08,P:287

[22] ایضاً، ص288

Ibid,P:288

[23] کاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج7، ص91

Kāsānī, Abū Bakr ibn Mas'ūd, *Badā'i' as-Sanā'i' fī Tartīb ash-Sharā'i'*,Vol:07,P:91

ملاحظہ فرمائیں: ابن قدامہ، المغنی، ج8، ص297

Ibn Qudāmah, *al-Mughnī*, Vol:08,P:297

الزرقاني، محمد بن عبد الباقي، شرح الزرقاني على الموطأ، ج8، ص110

Az-Zarqānī, Muḥammad ibn 'Abd al-Bāqī, *Sharḥ az-Zarqānī 'ala al-Muwaṭṭā'*, Vol:08,P:110

[24] مشتاق احمد، اسلام کا قانون فوجداری حدود شرعیہ، اشاعت اول (تفہیم دین اکیڈمی، 2020ء)، ص153

Mushtāq Aḥmad, *Islām kā Qānūn-e-Faujdārī wa Ḥudūd-e-Shar'iyyah*, Isha'at Awwal (Tafhīm-e-Dīn Academy, 2020),P:153

[25] نووی، شرف الدین یحییٰ بن شرف، روض الطالب وعمدة المذهب فی فقه الإمام الشافعي، ج4، ص154

An-Nawawī, Sharaf ad-Dīn Yaḥyā ibn Sharaf, Rawḍ al-Ṭālib wa 'Umdat al-Madhhab fī Fiqh al-Imām ash-Shāfi'ī, Vol:04,P:154

[26]ابن رشد، بدایۃ المجتھد، ج2، ص494

Ibn Rushd, *Bidāyat al-Mujtahid*, Vol:02,P:494

ملاحظہ فرمائیں: نووی، شرف الدین یحییٰ بن شرف، روض الطالب وعمدۃ المذھب فی فقہ الإمام الشافعي، ج4، ص158

An-Nawawī, Sharaf ad-Dīn Yaḥyā ibn Sharaf, *Rawḍ al-Ṭālib wa ʻUmdat al-Madhhab fī Fiqh al-Imām ash-Shāfiʻī*, Vol:04,P:158

ملاحظہ فرمائیں: ابن قدامہ، المغنی، ج8، ص302

Ibn Qudāmah, *al-Mughnī*, Vol:08,P:302

[27]المائدۃ:5:33

Sūrat al-Mā'idah:05:33

[28]الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد، الحاوي الكبير في فقه مذهب الإمام الشافعي، تحقیق علي محمد معوض (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1999ء)، ج13، ص353

Al-Māwardī, Abū al-Ḥasan ʻAlī ibn Muḥammad, *al-Ḥāwī al-Kabīr fī Fiqh Madhhab al-Imām ash-Shāfiʻī*, Taḥqīq: ʻAlī Muḥammad Muʻawwaḍ (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, 1999), Vol:13,P:353

[29]المائدۃ:5:89

Sūrat al-Mā'idah:05:89

[30]جمہور فقہاء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہاں پر اَو بیان نوع کے لیے ہے نہ کہ تخییر کے لیے۔ لہذا سزا بقدر جرم ہو گی۔(وہبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج7، ص192)

Wahbah az-Zuḥaylī, *al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuhu*, Vol:07,P:192

[31]ابن نجیم، زین الدین بن إبراھیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، تحقیق عبد الرزاق عفیفي، (بیروت: دار الکتاب الإسلامي، 1997)، ج5، ص73

Ibn Najīm, Zayn ad-Dīn ibn Ibrāhīm, *al-Baḥr ar-Rā'iq Sharḥ Kanz ad-Daqā'iq*, Taḥqīq: ʻAbd ar-Razzāq ʻAfīfī (Beirut: Dār al-Kitāb al-Islāmī, 1997), Vol:05,P:73

[32]آپ ابوبردہ بن نیار البلوی ہے انصار کے حلیف تھے بعض کہتے ہیں کہ آپ کا نام حارث تھا۔ آپ براء بن عازبؓ کے ماموں تھے، بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپؓ حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں 45ھ کو وفات پا گئے۔[المزي، جمال الدین یوسف بن عبد الرحمن، تھذیب الکمال في أسماء الرجال، تحقیق بشار عواد معروف (بیروت: مؤسسة الرسالة، 1980ء)، ج33، ص72]

Al-Mizzī, Jamāl ad-Dīn Yūsuf ibn ʻAbd ar-Raḥmān, *Tahdhīb al-Kamāl fī Asmā' ar-Rijāl*, Taḥqīq: Bashshār ʻAwwād Maʻrūf (Beirut: Mu'assasat ar-Risālah, 1980), Vol:33,P:72

[33]ابن أبي شیبة، أبو بکر عبد اللہ بن محمد، تحقیق کمال یوسف الحوت (بیروت: مکتبة الرشد، 1989ء)، ج12، ص283، حدیث نمبر 33462

Ibn Abī Shaybah, Abū Bakr ʻAbd Allāh ibn Muḥammad, Taḥqīq: Kamāl Yūsuf al-Ḥūṭ (Beirut: Maktabat ar-Rushd, 1989), Vol:12,P:283, Ḥadīth No. 33462

[34]الماوردی، الحاوي في فقه الشافعي، ج13، ص354

Al-Māwardī, *al-Ḥāwī fī Fiqh ash-Shāfiʻī*, Vol:13,P:354

[35]طحاوی: ان کا پورا نام احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی مصری ہے۔ اصح قول یہ ہے کہ ان کی پیدائش 229ھ بمطابق 843ء میں ہوئی ہے۔ مصر میں وادی نیل کے کنارے طحا نامی ایک بستی میں پیدا ہوئے جس کی وجہ سے آپ طحاوی کہلاتے ہیں۔ امام طحاوی کی وفات یکم ذیقعدہ 321ھ بمطابق 933ء میں 82 سال کی عمر میں ہوئی۔ ان کی تصانیف میں سے شرح معانی الاثار، مشکل الآثار، العقیدۃ الطحاویۃ، الجامع الکبیر فی الشروطیہ، اختلاف العلماء وغیرہ ہیں۔[ابن عساکر، تاریخ دمشق، بیروت: دار العلم)، ج5، ص367]

Ibn ʻAsākir, *Tārīkh Dimashq* (Beirut: Dār al-ʻIlm,), Vol:05,P:367

[36]کاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج7، ص95

Kāsānī, Abū Bakr ibn Masʻūd, *Badā'iʻ as-Sanā'iʻ fī Tartīb ash-Sharā'iʻ*,Vol:07,P:95

[37]ایضاً

Ibid

[38]ابن قدامۃ، المغني، ج10، ص299

Ibn Qudāmah, *al-Mughnī*, Vol:10,P:299

[39]ابن نجیم، البحر الرائق، ج5، ص73

Ibn Najīm, *al-Baḥr ar-Rā'iq*, Vol:05,P:73

[40]ان کا پورا نام ابوالولید محمد بن احمد بن احمد بن رشد القرطبی ہے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے فلسفی گزرے ہیں۔ اپنے دادا ابن رشد قرطبی فقیہ کی موت سے ایک مہینے پہلے 520ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی نام سے ایک دوسرے مالکی فقیہ بھی گزرے ہیں، جو ان کے دادا تھے۔ دونوں کے نام، والد کے نام، کنیت اور نسبت ایک ہیں۔ ابن رشد قرطبی فقیہ کو ابن رشد الجد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جن کی مشہور کتاب البیان

والتحصیل ہے۔ جب کہ ابن رشد قرطبی فلسفی کو ابن رشد الحفید سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ان کی مشہور تصانیف میں سے بدایۃ المجتہد، الکلیات فی الطب ہیں۔ 595ھ میں وفات پائے۔[ذہبی، شمس الدین محمد بن أحمد، سیر أعلام النبلاء، تحقیق شعیب الأرناؤوط (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1985ء)، ج21، ص307]

Dhahabī, Shams ad-Dīn Muḥammad ibn Aḥmad, *Siyar A'lām an-Nubalā'*, Taḥqīq: Shu'ayb al-Arnā'ūṭ (Beirut: Mu'assasat ar-Risālah, 1985), Vol:21,P:307

[41] ابن رشد القرطبي الشهير بابن رشد الحفيد (المتوفى: 595ھ)، بدایۃ المجتهد ونهاية المقتصد، ج2، ص456

Ibn Rushd al-Qurṭubī (Mashhūr ba-Ibn Rushd al-Ḥafīd, wafāt: 595H), *Bidāyat al-Mujtahid wa Nihāyat al-Muqtaṣid*, Vol:02,P:456

[42] سليمان بن عمر بن محمد، البجيرمي حاشية البجيرمي على شرح منهج الطلاب، (ترکیا، المكتبة الإسلامية، بدون تاریخ)، ج4، ص229

Sulaimān ibn 'Umar ibn Muḥammad, *al-Bujayrimī, Ḥāshiyat al-Bujayrimī 'alā Sharḥ Minhāj aṭ-Ṭullāb* (Turkiyā: al-Maktabah al-Islāmiyyah, bi-tārīkh), Vol:04,P:229

[43] ابن قدامۃ، المغني، ج10، ص307

Ibn Qudāmah, *al-Mughnī*, Vol:10,P:307

[44] مشتاق احمد، اسلام کا قانون فوجداری حدود شرعیہ، ص153

Mushtāq Aḥmad, *Islām kā Qānūn-e-Faujdārī wa Ḥudūd-e-Shar'iyyah*,P:153

[45] الدسوقي، محمد بن أحمد، حاشية الدسوقي على الشرح الكبير، ج4، ص351–352

Ad-Dusūqī, Muḥammad ibn Aḥmad, *Ḥāshiyat ad-Dusūqī 'ala ash-Sharḥ al-Kabīr*, Vol:04,P:351-352

ملاحظہ فرمائیں: کاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج7، ص96

Kāsānī, Abū Bakr ibn Mas'ūd, *Badā'i' as-Sanā'i' fī Tartīb ash-Sharā'i'*,Vol:07,P:96

ملاحظہ فرمائیں: ابن قدامہ، المغنی، ج8، ص295

Ibn Qudāmah, *al-Mughnī*, Vol:08,P:295

ملاحظہ فرمائیں: نووی، شرف الدین یحییٰ بن شرف، روض الطالب وعمدۃ المذھب فی فقہ الإمام الشافعي، ج4، ص156

Nawawī, Sharaf ad-Dīn Yaḥyā ibn Sharaf, *Rawḍ al-Ṭālib wa 'Umdat al-Madhhab fī Fiqh al-Imām ash-Shāfi'ī*, Vol:04,P:156

[46] سورۃ المائدۃ:5:34

Surah al-Mā'idah:05:34

[47] النووي، يحيى بن شرف، روضة الطالبين وعمدة المفتين، ج10، ص159

An-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf, *Rawḍat al-Ṭālibīn wa 'Umdat al-Muftīn*, Vol:10,P:159